حکم اقراء کے ثقافتی پہلو
اور
شاہانِ عباسی کی عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کے اثرات

از۔ ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی، سینیر لائبریرین، بیرو یونیورسٹی، کانو، نائیجیریا۔

ملک اور بیرون ملک کے نامور اہل علم نے اسلامی عہد کے کتب خانوں کو اپنا موضوع بحث بنایا لیکن سب نے گنے چنے معروف و مشہور کتب خانوں کا ذکر کیا مولانا شبلی اور مستشرق اولگا پنٹو نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا اس نے اس موضوع پر محققین کو قلم اٹھانے پر آمادہ کیا، چنانچہ قاضی احمد میاں اختر جوناگڈھی نے بعض نئے پہلو مثلاً اوقاف اور انتظام کتب خانہ پر لکھا، بعد میں اس موضوع پر لکھنے والوں کا یہی سرمایہ معلومات رہا ہے، چنانچہ مصر و شام کے نامور اہل علم ڈاکٹر شلبی اور ڈاکٹر محمد ماہر حمادہ کی معلومات بھی اولگا پنٹو سے زیادہ نہیں، شاذ و نادر ہی کہیں ان کے یہاں نئی معلومات ملتی ہیں۔

اسلامی عہد میں مسلمانوں کی علمی تاریخ کا باب نہایت شاندار رہا ہے، خاص طور پر عہد عباسی کو اس باب میں امتیاز خاص حاصل ہے، اس دور میں کتب خانوں کی اتنی کثرت رہی ہے کہ اس سے قبل انسانی تاریخ کے کسی دور میں بھی کتب خانوں کی اتنی کثرت و تنوع کا کہیں سراغ نہیں ملتا، اس لیے ان کے ذکر کے بغیر کتب خانوں کی تاریخ نامکمل ہے۔

حسن اتفاق سے اس موضوع پر لکھنے کیلئے قرعۂ فال میرے نام پر نکلا، میں نے اس امر کی کوشش کی

کہ مسلمانوں نے اپنے جملہ علوم و فنون کی اساس قرآن و سنت پر رکھی ہے، اور انہی سرچشموں سے انھوں نے اپنے گوناگوں علوم و فنون کی آبیاری کی اور انھیں تازگی و شادابی حاصل ہوئی فن کتبخانہ بھی مسلمانوں کا خاص فن رہا ہے، اس فن کو پروان چڑھانے کے لیے انھوں نے جیسی دور رس دیرپا اور گوناگوں خدمات انجام دی ہیں، عہد اسلامی سے قبل بھی کتب خانوں کی تاریخ میں اس کا کہیں سراغ نہیں لگتا۔

اس فن کی اساس حکم اقرار اور قیدوا العلم بالکتاب پر قائم ہے، اور اس کی ترقی اسی کا فیضان ہے، میں نے اس کی بنیادوں کو قرآن و سنت میں تلاش کیا اور الحمد للہ غور و فکر کے بعد ان کی کڑیاں مجھے ملتی گئیں، میں نے اپنے تحقیقی مقالہ میں انھیں واضح کرنے اور مشکلات فن کو حل کرنے کی کوشش کی ہے، اس کوشش میں کس حد تک مجھے کامیابی ہو سکی ہے اس کا کچھ اندازہ قارئین اکرام کو "حکم اقرار کے ثقافتی پہلو اور خلفاء عباسیہ کی عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کے اثرات" سے ہو سکے گا۔ اس مقالہ میں جو خوبی آسکی ہے، اسے اسلامی تعلیمات کا فیضان سمجھیے اور جو لغزش و خطا ہو وہ میری طرف سے ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب،

غار حراء میں اقرا کے حکم نے عربوں کو الکتاب کی (۱) قرأت (۲) کتابت (۳) حفاظت اور (۴) اشاعت کا پابند کر کے علم و عرفان کا دلدادہ و شیدا بنایا، پھر ان کی دعوت پر جس قوم و ملت نے اقرار کے نور کی معرفت کو دل میں جگہ دی وہ بھی مذکورہ بالا چار باتوں کی خوگر ہو گئی، اس طرح نور اقراء سے عالم میں علمی دور کا آغاز ہوا اور تحریک علوم و کتب کے احیاء کا ایسا ترقی پذیر سلسلہ شروع ہوا کہ جب تک اس عالم میں اقرأ کا سلسلہ قائم ہے اسکی تحریک احیائے علوم و کتب کا دریائے فیض رواں رہے گا۔ اقرأ کی اس تحریک احیائے علوم و کتب سے

کتب خانوں کا قیام عمل میں آیا، پھر شاہان عباسی نے خزانۃ الحکمۃ، بیت الحکمۃ، خزانۃ الکتب قائم کر کے بنی نوع انسان کے تمدنی و ثقافتی مشترکہ ورثہ کی حفاظت کے جذبہ کو مزید توانائی بخشی اور کتب خانہ سازی کی تحریک کو عالمگیر تحریک بنایا، اس کتب خانہ سازی کی عالمگیر تحریک کے دیرپا اور دوررس اثرات حسب ذیل تھے۔

(۱) عرب جو اپنی قوت حافظہ پر غیر معمولی اعتماد کی وجہ سے اپنے علمی و ثقافتی ورثہ کو ضبط تحریر میں لانا عار سمجھتے رہتے تھے۔[۱] اس تحریک نے ان کے ذہن ہی کو بدل کر رکھ دیا، وہ اس کو فخر سمجھنے لگے، چنانچہ اوائل عہد عباسی میں پورے اسلامی قلمرو کے اندر تصنیف و تالیف اور تدوین علوم کے ترقی پذیر سلسلہ کا نہایت سرعت سے آغاز ہوا۔[۲]

یہ عالمگیر و اجتماعی تحریک پورے اسلامی قلمرو میں پروان چڑھی اور ایسی مقبول عام ہوئی کہ اس کے چلانے اور کتب خانوں کو فروغ دینے کے لیے نہ مرکزی نہ صوبہ جاتی و بلدیاتی اداروں کی مدد درکار ہوئی حقیقت یہ ہے کہ اس تحریک نے مسلم معاشرے کے احساسات اتنے بیدار کیے تھے کہ کتب خانوں کا قیام و اہتمام مسلم معاشرے کے ثقافتی آداب و لوازم میں سمجھا جانے لگا تھا۔

(۲) عہد عباسی میں کتب خانہ مسلمانوں کی تمدنی زندگی کا لازمی جز بن گیا تھا، اس لیے تذکرہ کی کتابوں میں کتابوں کے شوقین بادشاہوں، امیروں، وزیروں اور عالموں وغیرہ کے

---

۱ تقیید العلم تالیف احمد بن علی الخطیب بغدادی، تحقیق یوسف العش، دمشق، المعہد الفرنسی ۱۹۴۹ء ص ۱۱۰۔ ۲ المحدث الفاصل بین الراوی والواعی تالیف الحسن بن عبدالرحمٰن الرامہرمزی، تحقیق محمد عجاج الخطیب بیروت، دار الفکر، ۱۳۹۱ھ ص ۶۱۱ - ۶۱۲، تذکرۃ الحفاظ للذہبی حیدرآباد الدکن، ط۔ ۳، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۷۵ھ ج ۱ ص ۱۰۱ تاریخ الخلفاء سیوطی تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید کراچی نور محمد کارخانہ تجارت کتب ۱۳۹۱ھ ص ۲۶۱ النجوم الزاہرۃ فی اخبار ملوک مصر والقاہرۃ لابن تغری بردی القاہرہ مطبعۃ دار الکتب المصریہ ۱۳۴۹ھ ج ۱۵ ص ۳۵۱

کتب خانوں کے ذکر کرنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔ تذکرہ و تاریخ کی کتابوں میں کتب خانوں کا ذکر شاذ و نادر ہی ملتا ہے، شاہ دمشق الملک المعظم جو ایک عالم و نہایت فاضل مصنف تھا، تذکرہ نگاروں نے اس کے سب ہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے لیکن اس علم دوست، معارف پرور شیدائے کتب بادشاہ کے کتب خانہ کا کسی نے تذکرہ نہیں کیا، یاقوت نے ابو سعد محمد بن احمد عمیدی نحوی المتوفی ۴۳۳ھ کی کتاب تنقیح البلاغہ کا مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ اس کے کتب خانہ میں دیکھا تھا،[۱] اس لیے عمیدی کے ذکر میں اس کے کتب خانہ کا نام آگیا ورنہ پتہ بھی نہ چلتا کہ اس کا بھی کوئی کتب خانہ تھا۔

(۳) عہد عباسی میں بادشاہ، امیر، وزیر کے محل سرا اور ذی حیثیت اور پڑھے لکھے لوگوں کے مکان میں کتب خانہ ہونا لوازم زندگی میں شمار کیا جاتا تھا، چنانچہ شاہان عباسی میں سے ہر ایک خلیفہ کے پاس کتب خانہ موجود تھا، لیکن تذکرہ نگاروں نے دو چار کے سوا کسی خلیفہ کے کتب خانے کا ذکر نہیں کیا حالانکہ عوام و خواص میں ان کے کتب خانوں کی بہت شہرت ہوتی تھی، چنانچہ صولی نے ایک موقعہ پر خلیفہ راضی باللہ سے یہ بات کہی تھی۔

یتحدث الناس بان سیدنا	عوام میں چرچا ہے کہ ہمارے بادشاہ
مع جلالة علمه وعلو نعمته	نے جلالت علمی اور علوئے نعمت کے باوجود
عمل خزانة کتب کما عمل متقدموا	خزانہ کتب بنایا ہے جیسا کہ پیشرو بادشاہ
الخلفاء۔[۲]	کتب خانے بناتے چلے آئے ہیں۔

---

۱ ارشاد الاریب الی معرفة الادیب لیاقوت تصحیح د۔ س۔ مرجلیوث ط۔ ۲، مصر مطبعة ہندیہ ۱۹۲۳ء ج ۶ ص ۲۲۸ ۲ اخبار الراضی باللہ والمتقی للہ للصولی القاہرہ طبعة میورت، د، ۱۹۳۵ء ص ۳۹، خزائن الکتب القدیمة فی العراق منذ اقدم العصور حتی سنة ۱۰۰۰ھ، تالیف کورکیس عواد بغداد مطبعة المعارف ۱۹۴۸ء ص ۱۱۶

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ راضی باللہ کے تمام پیشرو بادشاہوں ۔

منصور (۱۳۶ھ/۷۵۴ء - ۱۵۸ھ/۷۷۵ء)، مہدی (۱۵۸ھ/۷۷۵ء - ۱۶۹ھ/۷۸۵ء)، ہادی (۱۶۹ھ/۷۸۵ء - ۱۷۰ھ/۷۸۶ء)
رشید (۱۷۰ھ/۷۸۶ء - ۱۹۳ھ/۸۰۹ء) امین (۱۹۳ھ/۸۰۹ء - ۱۹۸ھ/۸۱۳ء) مامون (۱۹۸ھ/۸۱۳ء - ۲۱۸ھ/۸۳۳ء)
معتصم (۲۱۸ھ/۸۳۳ء - ۲۲۷ھ/۸۴۱ء) واثق (۲۲۷ھ/۸۴۲ء - ۲۳۲ھ/۸۴۴ء) متوکل (۲۳۲ھ/۸۴۴ء - ۲۴۶ھ/۸۶۱ء)
منتصر (۲۴۷ھ/۸۶۱ء - ۲۴۸ھ/۸۶۲ء) مستعین (۲۴۸ھ/۸۶۲ء - ۲۵۱ھ/۸۶۵ء) معتز (۲۵۱ھ/۸۶۶ء - ۲۵۵ھ/۸۶۹ء)
مہتدی (۲۵۵ھ/۸۶۹ء - ۲۵۶ھ/۸۷۰ء) معتمد (۲۵۶ھ/۸۷۰ء - ۲۷۹ھ/۸۹۲ء) معتضد (۲۷۹ھ/۸۹۲ء - ۲۸۹ھ/۹۰۲ء)
مکتفی (۲۸۹ھ/۹۰۲ء - ۲۹۵ھ/۹۰۸ء) مقتدر (۲۹۵ھ/۹۰۸ء - ۳۲۰ھ/۹۳۲ء) قاہر (۳۲۰ھ/۹۳۲ء - ۳۲۲ھ/۹۳۴ء)

کے پاس کتب خانے تھے، لیکن تاریخ کی کتابوں میں منصور، ہارون اور مامون کے سوا کسی کے کتب خانہ کا ذکر نہیں ملتا، یہ اس امر کا نہایت بین ثبوت ہے کہ عباسی دور میں کتب خانہ مسلمانوں کی ثقافتی زندگی کا ایک لازمی جزبن چکا تھا، ہر پڑھے لکھے کا گھر چھوٹے بڑے کتب خانے سے خالی نہیں تھا۔ اس امر میں بڑے لوگوں کی بڑی شہرت تھی، اور ان کے کتب خانے شہرت کی بناء پر ذکر سے مستغنی سمجھے جاتے تھے، اس لیے ان کے کتب خانوں کے متعلق زیادہ تفصیلات نہیں ملتیں ۔۔

(۴) مسلم معاشرہ میں عوام کے لیے کتب خانے بنانے کا عام معمول بن گیا تھا، چنانچہ ابونصر احمد بن حامد اصفہانی المتوفی ۵۲۶ھ جو سلطان محمود سلجوقی کے خزانہ شاہی کا نگران تھا، تذکرہ نگاروں نے اس کا تذکرہ لکھا[1] لیکن اس کے دار الکتب کا ذکر نہیں کیا، وجہ یہی ہو کہ عہد عباسی میں عوام کے لیے کتب خانے بنانے کا عام معمول تھا، اس لیے اس کے بانی و مؤسس کے ذکر کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا، اگر کوئی بہت ہی غیر معمولی کارنامہ ہوتا تو اس کا ذکر گاہ بگاہ

[1] وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان لابن خلکان مصر، المطبعۃ المیمنیۃ، ۱۳۱۰ھ ج ۱ ص ۶۰-۶۱

تذکرہ نگاروں کی زبان قلم پر آجاتا تھا، اہل خیر عموماً مسجدیں بنواتے اور ان میں کتب خانے قائم کرتے تھے، بعض اہل خیر کئی کئی مسجدیں مختلف شہروں میں تعمیر کراتے تھے، چنانچہ حسان بن سعید منیعی المتوفی ۴۶۳ھ نے بہت سی مسجدیں مختلف شہروں میں بنوائی تھیں،[1] ان میں کتب خانے بھی قائم تھے، لیکن ان کے غیر معمولی کارنامے کی وجہ سے تذکرہ نگار صرف جامع منیعی نیشاپوری کا ذکر کرتے ہیں اور بیت الکتب کا ذکر صرف عبدالغافر فارسی نے کیا،[2] اور کسی نے نہیں کیا، جس سے ہمارے مذکورہ بالا دعوے کی مزید تائید ہوتی ہے۔

(۵) عہد عباسی میں تیسری صدی ہجری کے نصف اول میں اہل علم کی سہولت و افادہ کیلئے بغداد کے اندر گھروں میں (انفرادی)، اور راستوں اور چوراہوں پر عوامی کتب خانے موجود تھے،[3]

(۶) اسلامی قلمرو کے بعض شہروں میں صرف عوامی کتب خانوں کی تعداد دس تک پہنچ گئی تھی، چنانچہ یاقوت نے مرو شاہجہاں کے بیان میں دوسرے اقسام کے کتب خانوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف دس ایسے مشہور عوامی کتب خانوں کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے، جن سے دو سو مجلدات بلا زر ضمانت بآسانی مل جاتی تھیں۔[4]

(۷) سلاطین بھی عوامی کتب خانوں کے قیام کو خیر و برکت اور عزت و شرف کا

[1] کتاب الانساب للسمعانی لیڈن ای جے بریل ۱۹۱۲ء ورق ۴۴۵، اللباب فی تہذیب الانساب لابن الاثیر بغداد، مکتبۃ المثنی، ب ت، ج ۳ ص ۲۶۶ [2] السیاق تالیف عبدالغافر تحقیق The Histories of Nishapur Richard N Frye Hague Mouton 1965 ورق ۱۱ ب ذیل منتخب من کتاب السیاق لعبد الغافر الفارسی لابراہیم بن محمد الصریفینی [3] کتاب الحیوان للجاحظ تحقیق عبدالسلام محمد ہارون مصر، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی ۱۳۵۶ھ ج ۱ ص ۶۰-۶۱ [4] معجم البلدان مؤلفہ یاقوت، بیروت دار صادر ۱۳۷۴ھ ج ۵ ص ۱۱۴ -

کام سمجھتے، اور اس میں مسابقت کو پسندیدہ اور نہایت شریفانہ اقدام خیال کرتے تھے، چنانچہ عضد الدولہ نے بصرہ میں جب ابن سوار کے دار الکتب کو دیکھا تو کہا تھا، هذه مكرمة سبقنا اليها[1]۔ یہ ایسا خیر کا کارنامہ ہے جس میں ابن سوار ہم سے گوئے سبقت لے گیا ہو، عضد الدولہ کے مذکورہ بالا جملہ میں عوامی کتب خانوں کے قیام کا ایک گونہ عزم و ارادہ بھی پایا جاتا ہے۔

(۸) ہر جامع مسجد اور ہر اُس مسجد میں جس کے اندر درس کا حلقہ قائم ہوتا تھا، عوامی کتب خانہ بنایا جاتا تھا[2]۔ پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں جب خلیفہ ناصر لدین اللہ نے روح العارفین نامی کتاب لکھی تو بغداد کی سو سے زیادہ مسجدوں میں اس کا درس دیا جاتا تھا[3]۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بغداد کی سو سے زیادہ مسجدوں میں عوامی کتب خانے قائم تھے، کیونکہ ہر جامع مسجد اور ایسی مسجد میں جہاں تعلیمی حلقے قائم ہوتے تھے، عوامی کتب خانہ قائم کیا جاتا تھا[4]، نیز اس سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ عہد عباسی میں عوامی اور نصابی کتب خانوں کا چولی دامن کا ساتھ تھا۔

(۹) دوسری صدی ہجری کے نصف آخر میں کتب اور کتب خانوں میں انہماک اتنا بڑھ گیا تھا

---

[1] الکامل فی التاریخ لابن الاثیر، بیروت دار صادر للطباعة والنشر ۱۳۸۵ھ ج ۱ ص ۴۸ [2] ابن خلکان ج ۱ ص ۴۴، تمدن عرب از گستاؤلی بان ترجمہ سید علی بلگرامی، آگرہ، مطبع مفید عام، ۱۸۹۸ء ص ۳۹۱ و ۳۹۰ الحضارة الاسلامية فی القرن الرابع الهجری لآدم متز ترجمہ محمد عبد الهادی ابوریدہ، ط[3] القاهرة، مطبعة لجنة التاليف والترجمة والنشر، ۱۳۶۶ھ ج ۱ ص ۲۴۳ [3] المختصر المحتاج من تاریخ الحافظ ابی عبد الله ابن الدبیثی محمد الذهبی تحقیق مصطفی جواد، بغداد مطبعة المعارف ۱۳۷۱ھ ج ۱ ص ۱۸۰ [4] ابن خلکان جلد ۱، ص ۴۹ تمدن عرب ص ۳۹۱ الحضارة الاسلامیہ لآدم متز جلد ۱، ص ۲۴۳

کہ اہل علم اس کو بلند ترین عہدہ و منصب اور شاہوں کی قربت و مصاحبت سے بہتر و برتر سمجھنے لگے تھے، جاحظ کا بیان ہے، "میں جب اسحاق بن سلیمان ہاشمی المتوفی ۱۹۴ھ کے پاس ان کی گورنری سے معزولی کے بعد گیا اور انہیں کتب خانہ میں، کتابوں کے اندر منہمک دیکھا تو کہا تھا کہ آج کے دن سے زیادہ پُروقار، بلند تر، بارعب اور باعظمت میں نے ہاشمی کو کبھی نہیں دیکھا تھا، اسلئے کہ اس نے ہیبت کے ساتھ محبت کو اور عظمت کے ساتھ حلاوت کو اور سیادت کے ساتھ عظمت کو جمع کر دیا تھا[1]۔"

(۱۰) زمانہ طالب علمی سے طلبہ کتب خانہ بنانے کی دھن میں لگ جاتے تھے، چنانچہ صولی المتوفی ۳۳۵ھ نے جب راضی باللہ اور اس کے بھائی ہارون کو پڑھانا شروع کیا اور انہیں کچھ منتخب فقہ و ادب اور لغت و تاریخ کی کتابیں خرید کر دیں تو عمل کل واحد منهما خزانة كتب[2] ہر ایک نے اپنا کتب خانہ بنانا شروع کر دیا تھا۔

(۱۱) کتابیں پڑھے لکھے لوگوں کی زندگیاں بدلتی، ان کے اذہان کو جلا بخشتی، ان کے افکار میں ندرت و وسعت پیدا کرتی تھیں اور بے پڑھے لکھے لوگوں کے محل سراؤں اور رین بسیروں کی سجاوٹ اور زینت کا بھی کام دیتی تھیں جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے کتب اور کتب خانوں سے تطہیر قلب و نظر اور تزکیۂ ذہن و فکر کے علاوہ آرائش مکین و مکان کا بھی کام لیا تھا، چنانچہ اسکا عملی مظاہرہ عباسی قلمرو سے باہر مشرق کے علاوہ مغرب میں بھی ہوتا رہتا تھا، حضرمی کا بیان ہے کہ میں قرطبہ کے سوق الکتب میں اپنی مطلوبہ کتاب کی طلب و جستجو میں مدت سے منتظر تھا، ایک وقت ایسا آیا کہ وہ کتاب روشن خط اور

---

[1] کتاب الحیوان للجاحظ ج ۱ ص ۶۱ - ۱۶۶ [2] الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ لابن الطقطقی بیروت دار صادر ۱۳۸۰ھ ص ۲۶۰ [3] اخبار الراضی للصولی، ص ۳۹ - ۴۰۔

عمدہ تشریح کے ساتھ نظر آئی مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں اس کی قیمت بڑھا کر دینے لگا لیکن بولی لگانے والا میری زیادہ قیمت پر بڑھتا رہا اور حد سے نکل گیا۔ میں نے آواز لگانے والے سے پوچھا ذرا بتاؤ کون ہے جو اس کتاب کی قیمت لگانے میں اتنا بڑھ گیا ہے کہ مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اس نے ایک امیر آدمی کی طرف اشارہ کیا میں نے اس سے جا کر کہا، جناب فقیہہ اگر آپ کو اس کی ضرورت ہے تو میں اس کو چھوڑتا ہوں اس کی قیمت انتہا کو پہنچ گئی ہے، اس نے کہا جناب میں کوئی فقیہہ نہیں، نہ مجھے یہ علم ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے، میں نے کتب خانہ بنایا ہے تاکہ شہر کی سربرآوردہ شخصیتوں میں میرا شمار ہونے لگے، اب میرے کتب خانہ کی الماری میں بس اس کتاب کے رکھنے کی گنجائش ہے، میں نے جب اس کی ظاہری آرائش و زینت دیکھی تو یہ قلب و نظر میں سما گئی، زیادہ قیمت کی میں نے کوئی پرواہ نہیں کی، اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، اس نے رزق و دولت فراواں دے رکھی ہے، اس کے اس جملہ نے مجھے یہ کہنے پر آمادہ کیا کہ بلاشبہ دولت آپ ہی جیسوں کے پاس آتی ہے، وہ اخروٹ انہی کو کھلاتا ہے جن کے دانت نہیں ہوتے، جو کچھ کتاب میں ہے اس کو میں جانتا ہوں اور اس سے استفادہ کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس پیسہ اتنا نہیں ہے کہ اسے لے سکتا۔[۵۱]

(۱۶) مسلم معاشرہ کی ذہنی سطح اتنی بلند ہو چکی تھی کہ قیادت و سیادت اپنا بھرم رکھنے کے لیے کتب خانوں کی محتاج تھی، کسی شخص کی قیادت و سیادت کے متعلق رائے قائم نہیں ہو سکتی تھی، جب تک یہ نہیں معلوم ہو جاتا تھا کہ اس کی ملکیت میں کتب خانہ ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا واقعہ سے ثابت ہے اس حقیقت کا انکشاف بھی مذکورہ بالا خاص واقعہ کی وجہ سے ہوا ورنہ پتہ بھی نہ چلتا کہ مسلم معاشرہ میں عزت و شرف کی خاطر جاہلوں کو بھی قابل رشک

---

۵۱ نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب تالیف احمد بن محمد المقری تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید، بیروت دار الکتاب العربی ۱۳۶۹ھ ج ۲ ص ۱۰۱

کتب خانہ بنانا پڑتا تھا۔

(۱۳) عہد عباسی میں مسلم معاشرے کے اندر اہل علم کو کتابوں کے دیکھنے، مطالعہ کرنے اور خریدنے کا ذوق و شوق اتنا بڑھ گیا تھا کہ ہر عالم اپنی بساط و استطاعت کی حد تک کتاب کبھی اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا جب کتاب کی قیمت اس کے بوتے سے باہر ہو جاتی تھی وہ خاموشی اختیار کرتا تھا، حضرمی کا واقعہ اس امر کا واضح ثبوت ہے۔

(۱۴) عہد عباسی میں دربار سے وابستہ اہل علم کے لئے کتب خانہ رکھنا اس لئے بھی ناگزیر تھا کہ ان کے پاس فرمانرواؤں کی طرف سے علمی سوالات آتے رہتے تھے جن کے جوابات کے لیے کتابوں سے مراجعت ضروری ہوتی تھی، چنانچہ ابو علی صقلی کا بیان ہے

میں ابن خالویہ المتوفی ۳۷۰ھ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ سیف الدولہ کا فرستادہ لغت سے متعلق چند سوالات لیکر آیا، ابن خالویہ انھیں دیکھکر کچھ پریشان ہوئے پھر اپنے خزانۂ کتب میں آئے، کتابیں نکالیں تلامذہ میں تقسیم کیں تاکہ ان باتوں کا جواب دیا جائے۔[۱]

(۱۵) عہد عباسی میں مشرق سے مغرب تک کتابوں کی ظاہری زیب و زینت بھی بڑھنے لگی اور جمالیاتی نقطۂ نظر سے تزئین و آرائش پر بھی خوب زور دیا جانے لگا تھا جیسا کہ حضرمی کے مذکورہ بالا واقعہ سے ظاہر ہے نیز کتابوں کی آرائش و زیبائش کا فن اتنا ترقی کر گیا تھا کہ

---

۱ رسالۃ ابن القارح لعلی بن منصور المعروف بابن القارح تحقیق عائشہ عبد الرحمن بنت الشاطی ط ۲ القاہرہ دار المعارف ۱۳۹۰ھ ص ۴۳، یہ رسالہ، رسالۃ الغفران للمعری کے ساتھ شائع ہوا ہے، نیز ملاحظہ ہو رسالۃ الغفران ص ۵۸۰، ومراتب النحویین تالیف عبد الواحد ابو الطیب اللغوی المتوفی ۳۵۱ھ تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، القاہرۃ، مکتبۃ نہضۃ مصر ۱۳۷۵ھ مقدمۃ المحقق ص ۵

اس دور کے نثو صفحے کی کتاب کی سجاوٹ پر دس دس تولہ سونا کھپا دیا جاتا تھا، چنانچہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی المتوفی ۳۷۳ھ کی کتاب بستان العارفین کے نسخو کی زرکوبی و طلاکاری میں دس دینار دو دانق اور ایک حبہ کے بقدر زرِ خالص استعمال کیا گیا تھا۔[1]

(۱۶) اہل علم اپنے لئے ہی نہیں اپنی اولاد کے لئے بھی کتب خانہ علٰحدہ بنانے لگے تھے، چنانچہ ابو الحسن علی بن عبد اللہ النطاکی المتوفی ۵۴۱ھ نے جو بہت اچھے خطاط تھے، تین خزائن کتب بنائے تھے، ایک کتب خانہ اپنے لئے، دوسرا اپنے فرزند ابو البرکات عبد القاہر کے لئے اور تیسرا ابو عبد اللہ حسن کے لئے بنایا تھا۔[2]

(۱۷) بعض عوامی کتب خانوں میں کتابوں کے علاوہ شائقین کتب کو نقد رقم بھی دی جاتی تھی، چنانچہ ابن سوار، بصرہ، رامہرمز کے کتب خانوں میں استفادہ کرنے والوں کو نقدی بھی دیتا تھا۔[3] ابو القاسم جعفر موصلی المتوفی ۳۱۳ھ موصل میں اسی طرح کی داد و دہش کرتا تھا۔[4] تاکہ کتب خانوں سے ذوق و شوق میں مزید اضافہ ہوتا رہے اور عوام کتاب اور کتب خانوں سے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جائیں۔

اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ سرکار ہی نہیں دولتمند طبقہ بھی غیر سرکاری طور پر کتب اور کتب خانوں کے فروغ کے لئے ان عوامل کو پیش نظر رکھتا تھا، جو استفادہ کتب کی

---

[1] مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان تالیف یوسف بن قزاوغلی، حیدر آباد الدکن، مطبعۃ دائرۃ المعارف النعمانیہ ۱۳۷۰ھ ص ۲۶۲، مدارس بغداد فی العصر العباسی مؤلفہ عبد السلام معروف العالی مطبعہ دار البصری بغداد ۱۳۸۶ھ ص ۷۷۔ [2] معجم الادباء یاقوت، ج ۶، ص ۲۲، اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہباء تالیف محمد راقب الطباخ المطبعۃ العلمیہ حلب ۱۳۴۳ھ ج ۴ ص ۲۰۶۔ [3] احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم للمقدسی، مطبعۃ بریل لیڈن ۱۹۰۶ء ص ۴۱۳۔ الحضارۃ الاسلامیہ لآدم متز، ج ۱، ص ۲۳۹۔ [4] معجم الادباء، ج ۲، ص ۴۲۰۔

راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنتا ہے، افلاس اور روٹی کا مسئلہ جو آج بھی ایک دین اور نظام حیات بنا ہوا ہے، اس تحریک نے دولت مندوں کے ذہن کو ایسی جلا دی تھی کہ وہ کتب و کتاب خانوں کے شائقین اور استفادہ کے خواہش مندوں کی وابستگی و شیفتگی کو برقرار رکھنے کے لئے ان کی ضروریات زندگی بھی نقدی کی صورت میں مہیا کرنے لگے تھے تاکہ کتب اور کتب خانوں سے دلچسپی و وابستگی کا سلسلہ دائم و قائم رہے۔

(۱۸) اس تحریک نے ایک ایسے نظام کتب خانہ کو جنم دیا جس نے ان تمام کڑیوں کو جن کے قیام اہتمام کے لیے آج مملکتوں کا سہارا لیا جاتا ہے، ٹیکس لگائے جاتے ہیں، محض ایک اخلاقی و روحانی نظام "صدقہ جاریہ" کے ذریعہ مربوط و استوار کر رکھا تھا حقیقت یہ ہے کہ اس نظام کے اندر چھوٹے سے چھوٹے پائنٹ اور ڈپو (مستقر) بیت الحکمت تک ہر ایک، ایک ہی سلسلہ میں منسلک نظر آتا ہے، حالانکہ آج کے دور میں ان کڑیوں کو باہم پیوست رکھنے کے لیے مالیاتی سرچشمہ کی ضرورت شدت سے محسوس کی جاتی ہے اسی لیے ریٹ سپورٹیڈ (RATE-SUPPORTED) اور ٹیکس سپورٹیڈ (TAX-SUPPORTED) لائبریریاں قائم کی جاتی ہیں۔[1] اس مالیاتی سرچشمہ سے دیگر کتب خانوں کو منسلک کرنے کے لئے کبھی بل، ایکٹ اور کبھی آرڈیننس منظور کئے جاتے ہیں، اس کے باوجود خدمت کی کمی کا احساس شدت سے کیا جاتا ہے، اسلام نے اشاعت علوم کی جو تحریک چلائی اور جو نظام قائم کیا اس نے اس قسم کے جبری مالیاتی نظام کے ذریعہ ان مختلف کڑیوں کو مربوط و منسلک رکھنے کے بجائے ایک اخلاقی و روحانی نظریہ سے اس کا رشتہ قائم کیا جو صدقہ جاریہ کے نام سے آج بھی عالم میں جاری و ساری ہے، صدقہ جاریہ کے پیچھے جو قوت نافذہ سرگرم عمل نظر آتی ہے، وہ قرآن و سنت کا پیدا کردہ یقین ہے، وہی در اصل وہ قوت نافذہ ہے،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۴ ص ۱۰۴۹۔ طبع ۱۹۶۶ء شکاگو (امریکہ)

جو ہمیشہ اپنے مظاہر دکھاتی رہی ہے، اس کی فیض بخشیاں بلاقید زمان ومکاں آج بھی ہر جگہ جاری ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ تملیکی نشاط (Possesive happiness) کا بھرپور مظاہرہ بھی اس نظام میں نظر آتا ہے، چنانچہ عہد عباسی میں ذاتی کتب خانوں کا بلا امتیاز مذہب وملت، رنگ ونسل، مسلک وعقیدہ ہر شخص کے لیے اپنے دروازے کھلے رکھنا ایک اخلاقی قوت نافذہ کا عمل داخل تھا، انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیمات نے صدقۂ جاریہ کے حدود کو بہت وسعت دی اور ..... اس کی جڑیں بہت مضبوط کر دی اور بہت دور تک پھیلادی تھیں،

(۱۹) ذاتی کتب خانوں نے عوامی کتب خانوں کی خدمات انجام دینا شروع کر دی تھیں وہ بھی اہل علم کی علمی تشنگی دور کرنے، روحانی اور دماغی سامان فراہم کرنے لگے تھے، چنانچہ ابو الفضل عبید اللہ میکالی المتوفی ۴۳۶ھ نے اپنے نہایت نادر وبیش قیمت خزانہ کتب سے علامہ ثعالبی المتوفی ۴۲۹ھ کو بہت بڑی تعداد میں کتابیں دیہات میں لے جانے کی اجازت بھی دے دی تھی، جس کا تذکرہ علامہ ثعالبی نے حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

"مجھے امیر موصوف نے اجازت دی تھی کہ میں ان کی کتابوں کے خزانوں سے زاد راہ کے لیے پھلوں کو ساتھ رکھ لوں تاکہ جس کام کے میں درپے ہوں اس سے اس میں مدد لیتا رہوں، یہ امیر رہنما کی طرح ہیں جو مسافر کی توشہ سے مدد کرتا اور طبیب کی طرح ہیں جو مریض کو دوا کے ساتھ غذا بھی دیتا ہے، اس طرح گویا مجھے ادبی کتابچوں کے ساتھ چھوڑ دیا گیا ہے ان سے مطلب کی باتیں نکالتا اقتباسات لیتا، ابواب بندی کرتا، فصلیں قائم کرتا، نوع بنوع ترتیب دیتا تھا، اور ائمہ فن خلیل، اصمعی، ابو عمرو شیبانی، کسائی، فرا، ابو زید، ابو عبید، ابو عبیدہ، ابن الاعرابی

نضر بن شمیل، ابو العباس مبرد، ابو العباس ثعلب، ابن درید، نفطویہ، ابن خالویہ، خارزنجی، ازہری اور ان کے علاوہ ظریف ادیب جو فصاحت وبلاغت کے جامع تھے، جیسے صاحب ابو القاسم، حمزہ بن حسن اصبہانی، ابو الفتح مراغی ابوبکر خوارزمی، قاضی ابو الحسن، علی بن عبد العزیز جرجانی، ابو الحسن احمد بن فارس زکریا قزوینی کے انوار وفیوضات سے مستفید ہونے لگا۔[۱]

علامہ ثعالبی نے امیر موصوف کا مقابلہ اس طبیب سے کیا ہے جو اپنے دواخانہ سے جسمانی امراض کے لئے دوا وغذا دونوں مریضوں کو پہنچاتا ہے، امیر موصوف نے بھی روحانی و دماغی تسکین کے لیے کتب خانہ بنایا تھا، کتب خانہ بہمہ وجوہ یہ خدمت انجام دیتا تھا، یہ خود بھی محققین کی رہنمائی کرتے ان کی علمی تشنگی کو دور کرنے کے لیے زبان وقلم سے عالم کو فائدہ پہنچاتے اور اپنے کتب خانے سے نادر کتابیں بے تامل شہر ہی میں نہیں دیہات میں لے جانے کے لیے بھی دیتے تھے، اس طرح ان کے کتب خانے سے دور ونزدیک ہر جگہ فائدہ اٹھایا جاتا تھا، گویا اس تحریک نے ذاتی کتب خانوں کو اپنی ہیئت وخدمات میں عوامی کتب خانوں کے ہمسر بنا دیا تھا اور انھیں ادارہ جاتی اور عوامی کتب خانوں کی خدمات میں تبدیل کر دیا تھا جیسا کہ مذکورۂ بالا واقعہ سے عیاں ہے۔

(۲۰) اس تحریک نے کتب خانوں کو ایسا مرغوب خاطر بنایا تھا، رشتۂ ازدواج کے انتخاب کے لیے مال ومنال اور حسب ونسب کی طرح کتب خانے کے وجہ انتخاب بننے کا رجحان بھی اہل علم کو ہونے لگا تھا، چنانچہ امام اسحاق بن راہویہ المتوفی ۲۳۸ھ نے سلیمان بن عبد اللہ زغفرانی المتوفی ۲۲۱ھ کی بیٹی سے شادی اس لیے کی تھی کہ انھیں اس سے امام شافعی کی

---

[۱] فقہ اللغۃ وسر العربیۃ تالیف عبد الملک الثعالبی تحقیق مصطفیٰ السقا وغیرہ، ط ۲، مصر مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۷۴ھ، ص ۱۶۹۔

جملہ تصانیف پر مشتمل کتب خانہ مل گیا تھا۔[۱]

اسے دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ عہد عباسی میں عقد نکاح صرف شرعی اور سماجی ضرورت نہیں سمجھی جانے لگی تھی، بلکہ وہ علمی ضرورت بھی بننے لگی تھی۔ علم، کتب اور کتب خانے ایک مقام سے دوسرے مقام پر اسی نسبت سے منتقل ہوتے اور یوں اس مقام کو بھی شہرت و بقائے دوام حاصل ہوتا تھا۔[۲]

اس واقعہ کو چنداں حیرت و استعجاب سے نہیں دیکھنا چاہئے اس ترقی یافتہ دور میں بھی کتب خانہ جہیز میں دینے کا رجحان پایا جاتا ہے، چنانچہ اس دور کی نامور علم دوست شخصیت و اخلاق و شرافت کی یادگار ہمدرد دواخانہ کے سربراہ حافظ حکیم محمد سعید صاحب دہلوی نے اپنی دختر نیک اختر کے جہیز میں ذاتی کتب خانہ دے کر اسلاف کی یاد از سرِ نو تازہ کی ہے، کثر اللہ قبیلہ امثالہ

(۲۱) عہد عباسی میں کتب خانوں کی اہمیت و افادیت اتنی بڑھ چکی اور عام ہو چکی تھی کہ علم کے جویا اور رسیا، معذور و محتاج ہونے کے باوجود علم و حکمت کے خزانوں کی جستجو میں سفر کرنے لگے تھے، وہ ان کی علمی ثروت سے بہرہ مند ہوتے، ان کی خدمات کا برملا اعتراف کرتے، عملہ کی تعریف کرتے، ان کی ثقافتی سرگرمیوں کا اشعار و خطوط میں تذکرہ کرتے تھے، چنانچہ عربی زبان کا نامور فلسفی و نابینا شاعر ابو العلاء معری (۳۶۳ھ۔ ۴۴۹ھ) نے معرہ سے بغداد کا سفر مشہور کتب خانہ دارالعلم سابور … کی خاطر کیا تھا۔ وہ دارالعلم کے خازن عبد السلام البصری المتوفی ۴۰۵ھ کی ہفتہ وار ادبی مجلسوں میں شرکت کرتا تھا، اس نے اپنے اشعار میں عبد السلام بصری کا

۱۔ الانساب ورق ۲۰۰، اللباب ج ۲ ص ۱، ۲۔ ایضاً ج ۱ ص ۲۲۳ ۳۔ انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ تالیف علی بن یوسف القفطی تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، القاہرہ مطبعۃ دار الکتب المصریۃ ۱۳۶۹ھ ج ۱ ص ۵۰

ذکر کیا ہے۔[۱] اپنے ماموں کو ایک خط میں بغداد کے ایک سفر کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: "اقدمنی تلک البلاد مکان دار الکتب بہا"[۲] بغداد میں دار الکتب کا قیام ہی مجھے یہاں کھینچ لایا ہے، اس نے اس کو سب سے بہتر جگہ قرار دی ہے۔[۳] اسی طرح معری نے دار العلم الشام کا سفر کیا، اور اس وقت کے عظیم کتب خانوں سے فائدہ اٹھایا۔[۴]

(۲۲) عہد عباسی میں کتابوں سے محبت، ان کی اہمیت و افادیت اہل علم کے دل و دماغ میں ایسی بیٹھ گئی اور علمی و کتابی ضروریات کے ترقی پذیر سلسلہ کی تعمیر و تشکیل ان کے قلب و نظر میں ایسی سما گئی تھی کہ وہ اپنی اور بیوی بچوں کی جان پر فقر و فاقہ برداشت کرتے لیکن کتابوں کی جدائی اور اپنے علمی ذخیروں میں کمی گوارا نہیں کرتے تھے، چنانچہ ابراہیم حربی المتوفی ۲۸۵ھ کا مندرجہ ذیل واقعہ اس امر کا شاہد عدل ہے۔

ایک مرتبہ ان پر کئی دن فاقے سے گزر گئے، بیوی نے آکر عرض کیا میں اور آپ تو صبر سے بیٹھ رہے لیکن ان ڈوبچیوں کو کہاں تک بھوکا ماروں، اپنی کتابوں میں سے کچھ بیچئے انہیں بیچیں یا گروی رکھیں۔ موصوف کا بیان ہے میں نے ذرا بخل سے کام لیا اور کہا: "ان کے لئے تم کہیں سے قرض لے لو، مجھے ایک دن کی اور مہلت دو، میرے مکان کی دہلیز کے پاس میرا بیت الکتب تھا جہاں بیٹھ کر لکھتا پڑھتا تھا، رات کو ایک شخص نے آکر دستک دی، میں نے کہا کون! وہ بولا۔ آپ کا پڑوسی! میں نے کہا آئیے۔ اس نے کہا پہلے چراغ بجھا دیجئے،

۱۔ انباہ الرواۃ و سقط الزند للمعری، بیروت، دار صادر للطباعۃ و النشر، ۱۳۷۶ھ ص ۱۱۷، تجدید ذکری ابی العلاء ص ۱۶ القاہرہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ دار المعارف ۱۹۶۳ء ص ۱۴۱ ۲۔ خزائن الکتب القدیمۃ فی العراق للعواد ص ۱۴۱ ۳۔ رسائل ابی العلاء المعری تحقیق مارگولیتھ آکسفورڈ کلیرنڈن پریس ۱۸۹۸ء ص ۳۴

۴۔ انباہ الرواۃ للقفطی ج ۱ ص ۴۹

پھر آؤنگا میں نے چراغ بہت مدھم کر دیا تو اُس نے ایک رومال میں پانچ سو درہم اور کھانے کا سامان رکھکر چلا گیا میں نے بیوی کو بلایا اور کہا بچیوں کو کھلا دو"[1]

ابراہیم حربی نے فقر و فاقہ، پیٹ کی آگ سب کچھ اپنے اور بیوی پر ہی نہیں بچیوں پر بھی گوارا کیا، لیکن کتابوں کو بیچنا یا گروی رکھنا اور ذخیرہ میں کمی کرنا گوارا نہیں کیا،[2] کیونکہ انہی کتابوں نے ان کی کتابِ زندگی کو سنوارا تھا، فکر کی تربیت کی تھی، ان کے ذہن کو جلا بخشی تھی اور ان کے مذاق و مزاج پر حاوی ہو گئی تھیں، بھلا ایسے محسن رفیق کو کون جدا کر سکتا تھا۔

(۲۳) عہد عباسی میں کتابوں سے محبت و شیفتگی اتنی بڑھ گئی تھی کہ اگر کسی کو اپنی زندگی میں کبھی بحالت مجبوری اپنی کچھ کتابیں جدا کرنی پڑتیں تو اہل علم کے دل و دماغ پر جو گذرتی، وہ زبان قلم پر اشعار کی صورت میں آجاتی پھر جو اسے پڑھتا وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا، اور ان کتابوں کی خریداری پر پچھتاتا اس کا جی چاہتا کہ کاش وہ کتابیں اس کے مالک کو واپس کر سکتا، چنانچہ اسی قسم کا ایک واقعہ نامور محدث و مصنف، ادیب و شاعر راوی کتاب المحدث الفاضل ابو الحسن علی بن احمد بن علی ایذجی قالی بغدادی المتوفی ۴۴۸ھ کے ساتھ پیش آیا تھا، گردش ایام سے موصوف کو کچھ کتابیں اپنے ذاتی کتب خانے سے نکالنی پڑیں ان میں جمہرہ ابن درید کا نسخہ بھی تھا، قاضی ابوبکر بن بدیل تبریزی نے اسے پانچ دینار میں ان سے خریدا تھا، اور تبریز لے گئے، اس نسخہ سے ابو بکر زکریا تبریزی نے الجمہرہ کا نسخہ نقل کیا دورانِ نقل انھیں اس کی ایک جلد میں قالی کا خط رکھا ہوا ملا جس پر قالی کے وہ اشعار لکھے ہوئے تھے جو اس نے اس کتاب کی جدائی پر کہے تھے، وہ کہتا ہے۔

[1] تاریخ بغداد للخطیب، مصر مطبعۃ السعادہ، ۱۳۴۹ھ ج ۶ ص ۳۲
[2] ایضاً ص ۳۳۔

انست بها عشرین حولا و بعتها — فقد طال شوقی بعدها و حنینی

میں بیس برس نسخہ جمہرہ سے محبت کرتا رہا، اور جب میری محبت و اشتیاق بڑھ گیا اس موقع پر مجھے اسے بیچنا پڑا۔

وما کان ظنی اننی سابیعها — ولو خلدتنی فی السجون دیونی

مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ میں اسکو بیچونگا اگرچہ مجھے اسکی وجہ سے دائمی قرض کی قید میں رہنا پڑتا

ولکن لضعف و فقار و صبیة — صغار علیهم یستهل شؤونی

لیکن کمزوری، احتیاج اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی وجہ سے جن پر میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں

فقلت ولم املك سوابق عبرة — مقالة مشوی الفؤاد حزین

اب میں کہتا ہوں اور مجھے اب آنسوؤں پر قابو نہیں رہا، ایک غمگین اور سوختہ جگر کی بات

وقد یخرج الحاجات یا ام مالك — کرائم من رب بهن ضنین

اے ام مالک حاجتیں نفیس چیزیں مالکوں سے نکلوا دیتی ہیں، جنھیں وہ جدا کرنا نہیں چاہتے مگر نکالنا پڑتی ہیں، زکریا تبریزی نے جب یہ رقعہ قاضی ابوبکر تبریزی کو دکھایا اس نے یہ شعر پڑھے تو کہنے لگا اگر اس کو پہلے دیکھا ہوتا تو میں یہ نسخہ قالی کو واپس کر دیتا، لیکن اب قالی دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔[1]

(۲۴) اس تحریک نے عہد عباسی میں کتابوں کی قدر ایسی بڑھائی تھی اور ذخیرۂ کتب کو ایسا بیش قیمت سرمایہ بنا دیا تھا کہ اسے گروی رکھا جاتا تھا،[2] گویا کتابیں عہد عباسی میں زر خالص کی حیثیت رکھتی تھیں، اس وجہ سے چور انہیں چراتے[3] اور اوباش انھیں لوٹا کرتے تھے۔[4] (باقی)

[1] معجم الادباء ج ۵ ص ۸۳ [2] تاریخ بغداد للخطیب ج ۶ ص ۳۲ [3] ایضاً [4] المنتظم فی تاریخ الملوک والامم لابن جوزی ج ۷ ص ۱۰۱، والبدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۱۱ ص ۳۱۴ [5] معجم الادباء ج ۳ ص ۱۰۲

حکم اقراء کے ثقافتی پہلو اور شاہان عباسی کی عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کے اثرات

از ۔ ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی، سینیئر لائبریرین بیرو یونیورسٹی، کانو، نائجیریا

(۲)

۲۵ ۔ کتب خانوں کے لیے علٰحدہ عمارتیں بنوائی جاتی تھیں، چنانچہ سابور بن اردشیر المتوفی ۴۱۶ھ نے ۳۸۱ھ میں محلہ کرخ بغداد میں علٰحدہ عمارت تعمیر کرا کر کتب خانہ قائم کیا تھا۔[1] اصفہان میں ابوالشیخ بن محمد نطنزی المعروف بذی البراعتین المتوفی ۵۴۹ھ نے دارالکتب کی نہایت عالیشان عمارت تعمیر کرائی شروع کی تھی، جو پوری بن جاتی تو اصفہان کی عمارتوں میں سب سے زیادہ خوشنما و پائیدار ہوتی، مگر ذی البراعتین کی سیاحت اور اس کے باہر رہنے کی وجہ سے ہمیشہ بنتی اور ٹوٹتی رہی تھی ۔ اس واقعہ کی اتنی شہرت ہو گئی تھی کہ ابو فراس عامری المتوفی ۵۶۳ھ نے اس پر حسب ذیل شعر کہے تھے۔

دار کتب بغیر کتب ملک	من تراب انفقته فی تراب
یہ دارالکتب بغیر کتابوں کے ہے	مال جو زمین سے حاصل کیا تم نے زمین میں لگایا
انت فی (عامر) بزعمک	منها والله کل ساعة فی خراب[2]
تم اپنے زعم میں اسے آباد کر رہے ہو	بخدا وہ تو ہر آن برباد و خراب ہوتا رہتا ہے

---

[1] المنتظم، ج ۷، ص ۱۷۲، البدایہ والنہایہ، ج ۱۱ ص ۳۱۲، الکامل فی التاریخ، ج ۹ ص ۱۰۱ [2] خریدۃ القصر وجریدۃ العصر لعماد الاصفہانی تحقیق محمد بہجۃ الاثری، بغداد مطبعۃ المجمع العلمی العراقی ۱۳۷۵ھ ج ۱ ق ۱ ص ۳۰

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کو کتب خانوں کی عمارت تعمیر کرنے کا شوق بھی اسی تحریک سے پیدا ہوا تھا۔

۲۶ - کتب خانہ کے ساتھ رصد گاہ کا سامان بھی رکھا جاتا تھا، چنانچہ ابو طاہر خاتونی ساوی المتوفی ۴۹۵ھ نے جامع خاتونی میں جو کتب خانہ قائم کیا تھا، اس میں تجربات کے لیے رصد گاہ کا سامان بھی محفوظ کر دیا گیا تھا۔[۱]

۲۷ - اہل علم نہایت عسرت کی زندگی بسر کرنے کے باوجود قابل رشک کتب خانہ بناتے تھے، چنانچہ ابراہیم حربی المتوفی ۲۸۵ھ فقر و فاقہ سے بسر کرتے لیکن ذخیرۂ کتب بڑھاتے رہتے تھے، دولت مند ان کی تنگ دستی اور ان کے کتب خانے کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر کسی سے نہ رہا گیا، اور اس نے موصوف سے پوچھ ہی لیا کہ آپ نے اتنی کتابیں کیسے جمع کرلیں، ان کو غصہ آگیا، وہ فرمانے لگے مجھی دومی۔[۲] خون پسینہ ایک کرکے جمع کی ہیں۔

۲۸ - عہد عباسی میں فکری قوتوں کو پروان چڑھانے اور دماغی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا منبع و مخزن کیف و سرور اور سیر و تفریح کا مرکز کتب و کتب خانہ بن گیا تھا، چنانچہ شیخ ابو نصر احمد بن حسین میکالی کا بیان ہے، "ہم بیٹھے ہوئے ایک دن تفریح گاہوں کا ذکر کر رہے تھے بعض کہتے تھے کہ بہترین جگہ غوطۂ دمشق ہے بعض نہر ابلہ کو اچھا بتاتے تھے بعض کا خیال تھا کہ سغد سمرقند تفریح کی اچھی جگہ ہے، بعض نہروان بغداد کے قائل تھے، بعض شعب بوان کو پسند کرتے تھے اور بعض نوبہار بلخ کو ترجیح دیتے تھے، ابن درید بولے یہ مقامات آنکھوں کی تفریح کے لیے خوب ہیں، بتاؤ تمھارے قلوب کی تفریح کے لیے کون سے مقامات اچھے ہیں، ہم نے پوچھا ابو بکر (ابن درید) وہ کیا ہیں،

[۱] آثار البلاد و اخبار العباد تالیف زکریا القزوینی، بیروت، دار صادر للطباعۃ والنشر ۱۳۸۰ھ صفحہ ۳۸۰۔ [۲] تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۳۳۔

تو بتایا ابن قتیبہ کی عیون الاخبار، ابن داؤد کی کتاب الزہرہ اور ابن ابی طاہر کی کتاب خلق المشتاق اور پھر یہ شعر پڑھے۔

ومن کانت نزھتہ قینۃ ۔۔۔ وکأس وکاس تصب
اور بعض وہ ہیں جنکی تفریح جام و سبو ہیں ۔۔۔ ایک جام انڈیلا جاتا اور دوسرا بھرا جاتا ہے۔
نزھتنا واستراحتنا ۔۔۔ تلاقی العیون ودرس الکتب[۱]
ہماری تفریح اور آرام و راحت کا سامان ۔۔۔ آنکھوں سے دیکھنا اور کتابیں پڑھنا ہیں

ابو بکر ابن درید المتوفی ۳۲۱ھ نے تحقیق و تدقیق بحث و نظر اور دل و دماغ کی فرحت کا سامان اور فکری قوتوں اور دماغی صلاحیتوں کو نمایاں کرنے کا سرچشمہ کتابوں کو قرار دیا تھا۔

۲۹ - عہد عباسی میں محققین و شائقین کتب کو فیض بخش مراکز علم درسگاہوں، علمی اداروں اور کتب خانوں سے جہاں وہ اور ان کے اساتذہ و اہل علم استفادہ و افادہ کرتے رہتے تھے، اتنی شیفتگی و وابستگی ہو جاتی تھی کہ یہ مراکز عقیدت و محبت اور احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، اور ان کی ویرانی و بربادی پر وہ آبدیدہ ہوتے بعض اوقات وفور غم سے ان کے جذبات شعر کی صورت میں ڈھل کر زبان قلم پر آتے تھے، جو عہد عباسی میں مراکز علم اور کتب خانوں سے پڑھے لکھوں کی عام دلچسپی کا بین ثبوت ہے، چنانچہ مشہور متکلم عبدالکریم شہرستانی المتوفی ۵۴۸ھ کے مندرجۂ ذیل شعر اسی امر کے غماز ہیں، وہ فرماتے ہیں۔

لقد طفت فی تلک المعاہد کلھا ۔۔۔ وسیرت طرفی بین تلک معالم
میں ان تمام علمی اداروں میں گھوما پھرا ۔۔۔ اور میں نے اپنی نظریں ان درسگاہوں میں دوڑائیں
فلم ار الا واضعا کف حائر ۔۔۔ علی ذقن او قارعا سن نادم[۲]

[۱] معجم الادباء ج ۶، ص ۴۹۳ - ۴۹۴ [۲] کتاب نہایۃ الاقدام فی علم الکلام تالیف عبدالکریم الشہرستانی تحقیق الفرد جیوم بغداد مکتبۃ المثنی۔

(ترجمہ، جس کو بھی دیکھا حیران ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے ہوئے یا شرم سار یا دانتوں سے انگلی کاٹتے ہوئے)

شارح صحیح مسلم یحیٰی بن شرف نوادی (۶۳۱-۶۷۶ھ) دار الحدیث الاشرفیہ[۱] میں حدیث کا درس دیتے تھے، ان کی تعلیمی و تدریسی خدمات اور علمی عظمت و شہرت کی وجہ سے اس دار الحدیث الاشرفیہ کو بھی یہ مرتبہ مل گیا تھا کہ علامہ تاج الدین عبدالوہاب سبکی کے باپ فقیہ عصر تقی الدین عبدالکافی المتوفی ۷۵۶ھ کا جب یہاں قیام رہا تو وہ رات کو اس کے ایوان میں آتے تہجد پڑھتے، اور اس آرزو میں اس کے فرش پر جبیں سائی کرتے کہ جہاں امام نوری نے قدم رکھے ہیں، وہاں میری جبین لگ جائے اور میں ان کی برکات سے بہرہ ور ہو سکوں، چنانچہ وہ اپنے فرزند تاج الدین سبکی سے اس عقیدت و حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے حسب ذیل اشعار پڑھتے تھے[۲]

وفی دار الحدیث لطیف معنی علی بسط لھا اصبو و آوی

دار الحدیث اشرفیہ میں ایک لطیف معنی پنہاں ہیں میں اس کے فرش پر اٹھتا اور لیٹا رہتا ہوں

عسیٰ لی امس بحر وجھی مکانا مسہ قدم النواوی[۳]

امید ہے کہ میرے چہرے کی گرمی اس جگہ کو چھو سکے جسے نوادی کے قدم نے چھوا[۴]

مذکورہ بالا واقعات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عہد عباسی میں فیض بخش مراکز علم کو کیسا مقام بلند حاصل تھا۔

---

[۱] ب، ت ص ۳۰، یہ دار الحدیث ابوالفتح الملک الاشرف مظفر الدین موسیٰ بن الملک العادل سیف الدین ابن ابی بکر بن ایوب المتوفی ۶۳۵ھ نے بنوایا اور ۶۳۰ھ میں اسی کا افتتاح کیا تھا، موصوف نے نہایت نفیس کتابوں پر مشتمل کتب خانہ بھی وقف کر دیا تھا۔ (البدایۃ والنہایہ ج ۱۳ ص ۱۴۰) اس کا فرش بھی اسی زمانے کا بچھا ہوا تھا، نودیؒ اس پر قدم رکھتے ہوئے درس حدیث کے لیے آتے تھے۔

[۲] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکی، مصر، المطبعۃ الحسینیہ، ج ۵ ص ۱۶۶۔

۳۰۔ عہد عباسی میں ذاتی کتب خانے عوامی کتب خانوں کے تمام وظائف تحقیق، تعلیم معلومات، ذوق جمال کی تسکین اور تفریح کا سامان بھی بہم پہنچاتے، اس کی سہولتیں مہیا کرتے تھے، عجیب بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے کتب خانے نکری قوتوں کو پروان چڑھانے کے ساتھ تفریح طبع کا سامان بھی مہیا کرنے لگے تھے، چنانچہ فخر الدین مبارک شاہ بن حسین مروزی المتوفی ۶۰۲ھ کے کتب خانہ بغداد میں اہل علم کے لئے کتابیں اور جاہلوں کے لیے شطرنج رکھی گئی تھی،[۱] تاکہ جہلاء کو کتابوں سے قریب لا کر علمی رغبت پیدا کی جا سکے۔

۳۱۔ اس تحریک نے عوام و خواص میں معاشرتی توانائیوں میں مکمل حصہ لینے کا ذوق و شوق پیدا کیا، اور انہیں سرگرم عمل بنا دیا تھا، اسی لئے ہر جگہ معاشرتی توانائیاں پروان چڑھنے لگی تھیں[۲]

۳۲۔ مسلم معاشرہ میں خواتین بھی مردوں کی طرح ذوق کتاب داری اور فروغ کتب و کتب خانوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگی تھیں[۳]۔

۳۳۔ اس تحریک نے متمدن اقوام عالم کے ثقافتی ورثہ کی حفاظت کو تصنیف، تالیف اور ترجمہ کے ذریعہ ان کی علمی تحقیقات کے ابلاغ عام کو مسلم دانشوروں اور مفکروں کا نہایت مقدس فریضہ بنا دیا تھا۔[۴]

۳۴۔ بادشاہ و امیر بھی علماء و ائمۂ فن کے کتب خانوں کے حاصل کرنے کے آرزومند اور کوشاں رہتے، گو وہ حاصل کرنے میں مشکل ہی سے کامیاب ہوتے تھے، چنانچہ خلیفہ المتوکل

---

[۱] الکامل فی التاریخ لابن الاثیر، ج ۱۲ ص ۲۳۴، العسجد المسبوک والجوہر المحکوک فی طبقات الخلفاء والملوک تالیف الملک الاشرف الغسانی تحقیق شاکر محمود عبدالمنعم بغداد دار البیان ۱۳۹۵ھ ص ۳۳۵ اذیل وفیات (۶۰۲ھ)

[۲] مرآۃ الزمان لسبط ابن الجوزی، ص ۲۴۲-۲۴۸، ۲۵۴، ۲۵۶، [۳] ایضاً ج ۸ ق ۲ ص ۶۳۴

[۴] کتاب الفہرست لابن الندیم مصر مطبعۃ السعادہ، ۱۳۴۸ھ، ص ۴۰، ۳۰۴، ۳۴۱، ۴۹۳

المتوفی ۲۴۶ھ نے امام احمدؒ بن حنبل کی وفات کے بعد اپنا خاص ایلچی ان کے فرزند صالح کے پاس حصول کتب ہی کے لئے بھیجا تھا لیکن ان کے فرزند نے یہ کہلا بھیجا کہ ان کتابوں کی نقول درکار ہوں تو وہ ہمارے پاس کرائی جائیں، یہ کتابیں ہمارے ہی پاس رہنی چاہئیں، ہمیں ان کی روایت کی اجازت حاصل ہے، ان کو جدا نہیں کیا جاسکتا[1]، ابو حمدان ہر قیمت پر ابن ابی بعرہ کا کتب خانہ حاصل کرنا چاہتے تھے، اور اس ڈر سے وہ اپنا کتب خانہ کسی کو دکھاتا نہیں تھا لیکن اس کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کا قمطر کبیر ایسا غائب ہوا کہ پھر کبھی نظر نہیں آیا۔[2]

۳۵۔ کتب خانہ جو اجتماعی و انفرادی ہر حیثیت میں بنی نوع انسان کا ایک نہایت قیمتی تمدنی و ثقافتی ورثہ ہے عہد عباسی میں اس کی حفاظت بنی نوع انسان کا نہایت مقدس فرض سمجھا جانے لگا تھا، حوادث روزگار و آسمانی آفتوں سے اس ورثہ کا بچاؤ ہر وقت پیش نظر رہتا تھا، گاہ بگاہ نقصان ہوجاتا تھا، کتابیں ضائع ہوجاتی تھیں، جب کبھی کسی عالم کو اس صورت سے دوچار ہونا پڑتا تھا اسے اور دوسرے علماء کو اس سے جو صدمہ ہوتا تھا اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے، عوام کو جیسا کچھ دکھ اس سے پہنچتا تھا، اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے کیا جاسکتا ہے۔

ابو موسی عبدالرحمٰن بن موسیٰ استیجی، امام مالک، سفیان بن عیینہ اور اصمعی وغیرہ کے شاگرد تھے، فقہ، حدیث، لغت و ادب کے امام و حافظ تھے، موصوف نے اندلس سے مشرق کا سفر کیا۔ کتابیں جمع کیں، لے جاتے وقت وہ بحر تدمیر میں ڈوب گئیں جب استیجہ پہنچے اور لوگوں کو اس حادثہ جانکاہ کا علم ہوا تو پورا شہر تعزیت کے لئے امنڈ آیا، اہل استیجہ نے جہاں ان کی بخیر و عافیت واپسی پر مبارک باد پیش کی وہاں ان کی کتابوں کے تلف ہوجانے پر ان کی تعزیت بھی کی، یہ ان سے فرماتے تھے، ذہب الخرج وبقی الدرج، کتابوں کے بورے چلے گئے، دفینہ بہہ گیا۔

---

[1] ترجمۃ الامام احمد من تاریخ الاسلام للذہبی تحقیق احمد محمد شاکر، القاہرہ، دار المعارف ۱۳۶۵ھ ص ۸۳

[2] کتاب الفہرست ص ۱۰، ص ۲۳ تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس تالیف عبداللہ بن محمد ابن الفرضی تحقیق عزت [illegible]

جو سینہ میں تھا وہ رہ گیا۔

اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عہد عباسی میں بنی نوع انسان کے علمی و ثقافتی ورثہ سے محبت ہر ایک کے دل میں کیسی رچ بس گئی تھی کہ ہر ایک کو اس ذخیرہ کے تلف ہوجانے کا صدمہ تھا، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک سے علمی و کتابی ضرورتوں کو پورا کرنے کا شوق و ذوق معاشرہ کے ہر فرد میں کتنا فروغ پاچکا تھا، کسی کی کتابیں ضائع ہوجاتیں تو اس کے ضیاع پر لوگ اس کے گھر پہنچتے اور اس کے غم میں شریک ہوتے تھے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تحریک شاہ سے گدا تک عام ہوگئی تھی، اس تحریک نے اس دور کے مسلم معاشرہ کو اتنا حساس بنایا اور افراد کے تحت الشعور میں کتب و کتب خانوں کی قدر و منزلت اتنی بڑھا دی تھی کہ ابو موسیٰ عبدالرحمٰن کے ذخیرۂ کتب کے ضیاع کو عبدالرحمٰن کی آپ بیتی نہیں بلکہ جگ بیتی سمجھا گیا تھا، دنیا کی کسی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ کسی غیر مسلم معاشرہ میں کبھی کتب خانہ کے فروغ کا اتنا شعور پیدا ہوا ہو جتنا عباسی دور میں پیدا ہوچکا تھا،

۳۶۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں بغداد کے عوامی کتب خانوں میں متمدن اقوام عالم کے علوم و فنون کے ایسے بیش بہا نوادر جمع کئے گئے تھے کہ ان علوم و فنون کا دلدادہ جب انھیں دیکھ پاتا تو وطن اور اہل و عیال ہی کو نہیں حقیقی کعبہ کو بھی بھول جاتا اور یہاں اپنا مقصود پاکر اسی کا ہو رہتا تھا، چنانچہ ابو معشر فلکی جو بلخ کا باشندہ تھا، حج کے لیے جاتے ہوئے جب راستے میں بغداد سے گزرا اور علی بن یحییٰ المنجم المتوفی ۲۷۵ھ کا کتب خانہ دیکھا تو اسی کو دل دے بیٹھا، اور کعبۃ اللہ کو جانا ہی بھول گیا تھا۔[1]

---

[1] معجم الادباء ج ۵ ص ۴۶۷۔

یاقوت رومی جب مرو پہنچا اور یہاں کے عوامی کتب خانوں کو اور ان سے استفادہ کی سہولتوں کو دیکھا تو اہل و عیال کو بھول گیا، یہاں سے نکلنا ہی نہ چاہا، چنانچہ کہتا ہے کہ بلاد اسلامی پر تاتاریوں کی مسلسل یورش نے مجھے مرو شاہجہان کو خیرباد کہنے پر مجبور کیا ورنہ میں مرتے زندگی بھر نہ نکلتا، اس کی یاد میں یاقوت کی زبان و قلم سے جو درد انگیز شعر نکلے ہیں، وہ پڑھنے کے لائق ہیں، اس سے ثابت ہوگیا ہے کہ جہاں کتب و کتب خانے ہوتے تھے، اہل علم اس سرزمین کے گرویدہ رہتے، اور وہیں زندگی کے دن پورا کرنے کی آرزو کرتے تھے۔[۱]

۳۷۔ کتب خانوں کی ترقی اور علمی کارناموں کی وجہ سے مشرق و مغرب (یورپ اور ایشیا)، کے نامور خلفاء میں باہم موازنہ و مقابلہ کیا جاتا، اور ایک کو دوسرے کا نظیر و مثیل قرار دیا جاتا تھا، چنانچہ ابن خلدون نے مشرق میں خلیفہ الناصر بن المستضی عباسی کو حکم ثانی کا نظیر و مثیل بتایا ہے۔[۲]

۳۸۔ علم و کتاب کی اشاعت اسلام کی اشاعت سے عبارت تھی اسی لیے ارباب سیف اور اصحاب قلم میں مقابلہ ہوتا تھا، چنانچہ قرطبہ کے اندر اسلام کی خدمت کرنے میں اصحاب الکتب (کتب خانے والوں) اور اصحاب الکتائب (لشکر والوں) کے اندر مقابلہ ہوتا اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔[۳]

۳۹۔ عربوں کو اپنے تہذیبی و ثقافتی مرکز اور علمی سرمایہ سے بہت محبت ہوگئی تھی اور اپنی اولاد کو ہتھیاروں اور کتابوں کے بازاروں میں جانے کی تاکید کرتے تھے، اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی معاشرہ میں سیف و قلم کے بازار ہی عزت و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور انہی کی طرف لوگوں کو جانے کی ترغیب دی جاتی تھی یہ ترغیب کتب کتب خانوں کی نشر و اشاعت اور شہرت کا باعث رہی ہے۔[۴]

۱؎ معجم البلدان لیاقوت، بیروت، دار صادر للطباعۃ و النشر ۱۳۷۴ھ ج ۵ ص ۱۱۴ ۲؎ تاریخ ابن خلدون ط ۳ بیروت، دار الکتاب اللبنانی ۱۹۵۶ء ج ۴ ص ۳۱۰ ۳؎ نفح الطیب للمقری، ج ۲ ص ۹ ۴؎ رسالۃ فی مدح الکتب و الحث علی جمعہا للجاحظ تحقیق ابراہیم السامرائی، مجلۃ المجمع العلمی العراقی، ج ۶ ص ۳۳۰، العقد الفرید لابن عبد ربہ تحقیق احمد امین وغیرہ، ط دوم، القاہرہ، مطبعۃ لجنۃ التالیف و الترجمۃ و النشر ۱۳۷۵ھ ج ۲ ص ۲۱۰ ۵؎ الخطط المقریزیہ القاہرہ، دار الطباعۃ المصریہ، بولاق ۱۲۷۰ھ ج ۲ ص ۱۰۲

۴۰۔ عالم، جاہل، امیر، غریب، بادشاہ اور فقیر کے کتب خانے کے ذخائر کی کمیت و کیفیت کا تذکرہ کتب تاریخ و تذکرہ میں کیا جانا بھی عوام و خواص میں قیام کتب خانہ کی ترغیب کا موجب رہا ہے۔[۱]

۴۱۔ عہد عباسی میں عوامی کتب خانوں کا طریقہ عام ہوگیا تھا، مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں تمام ممالک اسلامیہ میں سینکڑوں ہزاروں کتب خانے قائم ہوگئے، کتب خانوں کی کثرت کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ اسی زمانہ کے قریب مدرسوں اور یونیورسٹیوں کی بنیاد پڑی اور ہر مدرسہ کے ساتھ کتب خانہ ہونا ایک لازمی بات قرار پائی۔[۲]

۴۲۔ اہل علم اس لیے بھی اپنی کتب و نگارشات وقف کرنے پر آمادہ ہوتے تھے کہ اس سے وہ محفوظ ہو جاتی تھیں، انھیں ان کے ضائع نہ ہونے اور آیندہ نسلوں تک بحفاظت پہنچتے رہنے کا اطمینان ہو جاتا تھا۔[۳]

۴۳۔ مسلمانوں کو کتب و کتب خانوں سے عقیدے کی سی والہانہ محبت تھی، انھوں نے ان کو اسی طرح حرز جان بنائے رکھا، جس طرح انسان عقیدے کو حرز جان بنائے رکھنے کی کوشش کرتا ہے اس حقیقت کا ذکر ڈاکٹر اولگا پنٹو نے Cult of Books (کتابی تہذیب)، کے الفاظ سے کیا ہے۔[۴]

۱؎ تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ج ۳ ص ۱۰۳۵، نفح الطیب للمقری ج ۲ ص ۱۰ و ۱۱ ۲؎ مقالات شبلی اعظم گڑھ مطبع معارف ۱۳۷۱ھ ج ۶ ص ۱۶۷ ۳؎ Four great libraries of Medieval Baghdad by Ruth Slellhorn Mackensen library Quarterly Vol.II,1932
۴؎ The libraries of the Arabs during the time of the Abbassides Pakistan library Review مارچ، جون، جلد ۱۱، شمارہ نمبر ۱ و ۲ ص ۳۵۔

۴۴۔ وزراء، امراء اور کتابوں کے شوقین دولت مند کتابوں کے ملنے پر کتاب پیش کرنے والے کو انعام و خلعت سے سرفراز کرتے تھے[1]، چنانچہ وزیر کمال الدین امین الدولہ دمشقی المتوفی ۶۳۰ھ نے ابن ابی اصیبعہ کو طبقات الاطباء کے پہنچانے پر انعام و خلعت سے سرفراز کیا تھا[2]۔

۴۵۔ بادشاہوں کی ریس میں وزیر امیر بھی اپنے کتب خانوں میں محققین و شائقین کتب کی سہولت و استفادہ کی خاطر دوسری صدی ہجری سے کتب خانہ میں کتاب کے تین تین نسخے رکھنے لگے تھے، تاکہ تحقیق، تصحیح و نقل میں ان مختلف نسخوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جا سکے، چنانچہ وزیر ابوالفضل یحییٰ بن خالد برمکی المتوفی سنہ ۱۹۰ھ کے خزانۃ الکتب و بیت المدارسہ میں اس امر کا لحاظ رکھا جاتا تھا[3]۔ محمد بن عبدالملک الزیات کے کتب خانہ میں بھی کتابوں کے متعدد اور اہم نسخے رکھے جانے کا اہتمام کیا جاتا تھا[4]۔

۴۶۔ اوائل عہد عباسی سے اہل ثروت کتب خانوں میں ذخائر کے اندر اضافہ کی خاطر وراق رکھتے تھے، اہل علم کو ان کے کتب خانوں سے استفادہ کی سہولت حاصل ہوتی تھی، بایں ہمہ نادار اہل علم اپنا کتب خانہ بنانے اور اپنے ذخائر کتب میں تنوع و کثرت کے لئے خود اہل ثروت کے کتب خانوں سے کتابیں نقل کرتے تھے، چنانچہ عامر بن ابراہیم بن واقد مولیٰ ابو موسیٰ اشعریؓ المتوفی ۲۰۱ھ یا ۲۰۲ھ ہیزم فروش علم و کتب کے شیدائی تھے، موصوف نے یعقوب قمی کے پاس ایک ماہ قیام کیا اور ان کے کتب خانے سے کتابیں نقل کیں، پھر نعمان بن عبدالسلام کے کتب خانے میں جاکر ان کی کتابیں نقل کیں، لوگوں نے ان سے

۱۔ کتاب الفہرست لابن الندیم ص ۵-۶، ۲۔ عیون الانباء فی طبقات الاطباء لابن ابی اصیبعہ بیروت، دار الفکر ۱۳۷۶ھ ج ۲ ص ۲۸۶-۸۷، ۳۔ کتاب الحیوان، ج ۱ ص ۲۰۔

۴۔ انباء الرواۃ قفطی، ج ۲ ص ۳۵۱، معجم الادباء ج ۲ ص ۸۵-۸۶۔

پوچھا آپ کتابیں کیوں نقل کرتے ہیں، جواب دیا میں جن کے ذخیرۂ کتب سے کتابیں نقل کرتا ہوں، ان کے پاس (کتب خانہ، وراق) ہیں، میرے پاس وراق نہیں، میں اپنے لیے خود کتابیں نقل کرکے ذخیرہ کرتا اور کتب خانہ بناتا ہوں، اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دوسری صدی ہجری کے اندر اہل علم کو ذاتی کتب خانوں سے نقل و استفادہ کی سہولت حاصل تھی[5]۔

۴۷۔ تعلیم، کتابت و قرأت اور کتابوں میں انہماک کو ریاست و سیاست اور زہد و پرہیزگاری کی اصل سمجھا جاتا تھا، چنانچہ ابو علی صالح بن محمد المتوفی ۲۹۴ھ کا بیان ہے: بغداد میں محدث اور معتزلی دو شاعر تھے، معتزلی میرے پاس سے گزرا اور مجھے لکھتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگا، صاحبزادے کتنا لکھو گے آنکھیں جاتی رہیں گی، کبڑے ہو جاؤ گے اور وقت سے پہلے چل بسو گے پھر اس نے مجھ سے کتاب لیکر اس پر حسب ذیل شعر لکھے۔

ان القرأۃ والتفقـ ــقہ والتشاغل بالعلوم

پڑھنا، تفقہ حاصل کرنا اور تحصیل علوم میں لگے رہنا۔

اصل المذلۃ والاضا ــفۃ والمھانۃ والھموم

ذلت، فقر و فاقہ، مشقت اور غموں کی جڑ ہے۔

اس کے بعد محدث کا گزر ہوا، اور اس نے یہ شعر پڑھا، تو فوراً کہا اس دشمن جان

نے غلط کہا ہے۔

"بل یرتفع ذکرک، وینشر علمک، ویبقی اسمک مع اسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی یوم القیامۃ" بلکہ یہ انہماک علمی اور لکھنا پڑھنا تمہاری شہرت کا، تمہارے علم کی نشر و اشاعت کا اور تمہارے نام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے ساتھ

۵۔ ذکر اخبار اصبہان تالیف ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی، لندن مطبعہ بریل ۱۹۳۲ء ج ۲ ص ۳۶

تاقیامت باقی رکھنے کا باعث ہے، پھر اس نے یہ شعر لکھے۔

ان التشاغل بالدفا ——— تر والکتابۃ والدراسۃ

بلاشبہ کتابوں میں، نقل و کتابت میں اور تعلیم و تعلم میں انہماک و سرگرمی

اصل التقیۃ والتنز ——— ہد والریاسۃ والسیاسۃ [۱]

زہد و پرہیزگاری اور ریاست و سیاست کی اصل و بنیاد ہے۔

۴۸۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں علماء و اہل ثروت کی حویلیوں اور محلسراؤں نے عارضی علمی اداروں کی صورت اختیار کرلی تھی، وہ علوم و کتب کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کرتے تھے، ان میں اہل علم اور وراقوں کے شب میں قیام کے واسطے چالیس پچاس بستر تیار رکھے جاتے تھے، چنانچہ حافظ ابو یوسف یعقوب بن شیبہ سدوسی نزیل بغداد (۱۸۲-۲۶۲ھ / ۷۹۸-۸۷۵ء) کے یہاں چالیس بستر صرف وراقوں کے واسطے رات میں استعمال کے لیے مخصوص تھے [۲]، نامور مصنف و ادیب ابو عبید محمد بن عمران مرزبانی (۲۹۶-۳۸۱ھ / ۹۰۹-۹۹۴ء) نے اپنی حویلی میں پچاس بستر اہل علم کے واسطے رات میں قیام کے لیے رکھے تھے۔ [۳]

مورخ صفدی نے اس تفصیل میں پڑے بغیر موصوف کی حویلی کے متعلق اتنا ہی لکھنے پر اکتفا کیا ہے، "کان دارہ مجمع الفضلاء" [۴] مرزبانی کی حویلی اہل علم کی اکیڈمی تھی، اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تذکرہ نگار و مورخین اس قسم کے عارضی علمی اداروں کیلئے جو علوم و کتب کی نشر و اشاعت میں سرگرم عمل تھے اور جہاں شب گذاری کے لیے بستر بھی

---

[۱] تاریخ بغداد، ج ۹ ص ۲۲۳ [۲] تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۸۱، کتاب المنتظم ج ۵ ص ۳۴
[۳] ایضاً ج ۳ ص ۱۳۶، میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبی تحقیق علی محمد البجاوی، مصر عیسی البابی الحلبی، ۱۳۸۲ھ ج ۳ ص ۷۰۲ [۴] کتاب الوافی بالوفیات تالیف صلاح الدین خلیل الصفدی، نیسبادن دار النشر فرانز شتاینر ۱۳۸۱ھ ج ۴ ص ۲۳۶

کثیر تعداد میں تیار رکھے جاتے تھے، "دارہ مجمع الفضلاء"، "دارہ مجمع العلماء" [۱] کے الفاظ سے ذکر کرتے تھے،

نامور فقیہ ابو الفرج احمد بن محمد بن عمر بن الحسن بغدادی حنفی المعروف بابن المسلمہ (۳۳۶ھ-۴۱۵ھ) کا مکان جو شرقی بغداد میں درب سلیم کے اندر واقع تھا کے متعلق مورخ خطیب بغدادی کا بیان ہے، "کان دارہ مالفاً لاہل العلم، موصوف کا مکان اہل علم کی اکیڈمی تھا۔" [۲]

۴۹۔ تیسری صدی ہجری میں جو علماء و قضاۃ پرورش لوح و قلم کرتے، اہل علم و مصنفین کی اعانت و حاجت روائی کر کے فروغ کتب و کتب خانوں کی راہ ہموار کرتے، ان کے لیے بھی "مالف" کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا، چنانچہ قاضی ابو عبداللہ احمد بن ابی دواد بن جریر ایادی بصری ثم بغدادی معتزلی المتوفی ۲۴۰ھ کا شمار اسی قسم کی معارف پرور شخصیات میں تھا، ابوبکر بن درید المتوفی ۳۲۱ھ حسن بن خضر سے ناقل ہیں۔

کان ابن ابی دواد مالفاً لاہل ——— ابن ابی دواد اہل ادب کی محبت و
الادب من ای بلد کانوا ——— الفت کا مرکز تھا خواہ وہ کسی شہر
وکان قد ضم الیہ جماعۃ ——— اور کسی دبستان فکر سے تعلق رکھتے
یعولہم ویمونہم [۳] ——— ہوں، ایسی ایک جماعت اس سے وابستہ تھی اور وہ ان کی حاجت روائی و کفالت کرتا تھا

۵۰۔ عہد عباسی میں تصنیف و تالیف اور کتابت و وراقت، ذخیرۂ کتب و کتب خانہ سازی میں

---

[۱] کتاب منتظم، ج ۶ ص ۸۸ [۲] تاریخ بغداد ج ۵ ص ۱۱، النجوم الزاہرہ ج ۴ ص ۲۶۰، ذیل وفیات ۲۱۵ [۳] تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۴۱، الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیہ تالیف عبدالقادر التمیمی تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو، القاہرہ المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ، ۱۳۹۵ھ ج ۱ ص ۳۴۲

اس پے بھی اضافہ ہوا کہ ان کا شمار علوم نافعہ میں کیا گیا ہے، ان کا نفع دائمی ہے، یہ دنیا و آخرت میں اجر و ثواب کا باعث ہیں، اس لئے ان کی طرف توجہ دلائی جاتی، اور ترغیب دی جاتی تھی، عرب کا شاعر کہتا ہے

ما من کاتب الا ستبقی　　کتابتہ وان فنیت یداہ

کاتب کی تحریر باقی رہ جائے گی　　اگرچہ اس کے ہاتھ فنا ہو جائیں گے

فلا تکتب بکفک غیر شیٔ　　یسرک فی القیامۃ ان تراہ[1]

اس لئے تم اپنے ہاتھ سوا ایسی چیز یاد گار چھوڑ　　جسے تم قیامت کے دن دیکھکر خوش ہو،

۵۱ - عہد عباسی میں چوتھی صدی ہجری کے اندر علم، مدرسہ، قلم و دوات اور کتاب کی طرف عزیزوں اور نوجوانوں کو رغبت دلائی جاتی اور ان باتوں کی نصیحت کرکے کتب و کتب خانہ سے ان کی دلچسپی بڑھائی جاتی تھی تاکہ ان کی علمی ترقی برقرار رہے، اور کتب و کتب خانوں میں اضافہ ہوتا رہے۔ چنانچہ بدیع الزماں ہمدانی، المتوفی ۳۹۸ھ اپنے بھانجے کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

انت ولدی مادمت والعلم شانک　　تم میرے بیٹے ہو جب تک علم تمھاری

والمدرسۃ مکانک والمحبرۃ　　شان اور مدرسہ تمھارا امکان ہے،

حلیفک والدفتر الیفک فان　　دوات و قلم تمھارا ساتھی اور کتاب تمھاری

قصرت ولا اخالک[2]　　دوست ہے، تم اس میں کوتاہی کرو تو

پھر تمھارا کوئی مددگار نہ ہو۔

عہد عباسی میں علمی و کتابی ضرورت کی تحریک کے فروغ اور اس کے بنیادی عوامل کو

---

[1] کتاب العقد الفرید ج ۲ ص ۲۰۸ [2] الرسائل لبدیع الزماں الہمدانی، ط ۳، ۴، القاہرۃ، مطبعۃ ہندیہ، سنہ ۱۳۴۹ھ ص ۱۵۲۔

مندرجہ بالا سطور میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا جام جم ہے جسکے اندر عہد عباسی کی پوری علمی زندگی صاف صاف نظر آتی ہے، کتبخانوں کی تاریخ میں اسلامی دور سے پہلے اس طرح کے عوامل نہ کہیں رومیوں میں نظر آتے ہیں، نہ ایرانیوں میں، نہ یہ ہند و سندھ میں کارفرما دکھائی دیتے ہیں نہ ان کی روشنی سے یونان و مصر روشن ہوا ہے، نہ نینوا و بابل میں یہ عوامل کبھی سرگرم عمل دیکھے گئے ہیں، اگر ایسا ہوتا تو کتب خانے (CIAYTABTAtec) گلی گلی (STRccTS) نظر نہ آتے، یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے ابلاغ کو اتنا عام کیا اور علم کی ایسی اشاعت کی، کہ گلی گلی تو کیا گھر گھر کتب خانہ نظر آنے لگا، چنانچہ کتبخانہ سازی عہد عباسی میں ایک عالمگیر تحریک کی صورت میں جلوہ گر ہوئی، امیر، غریب، چھوٹا، بڑا، عورت، مرد، ہر ایک اس تحریک سے متاثر ہوا اور اس نے اپنی استطاعت کے مطابق اس کے پروان چڑھانے میں حصہ لیا، بر اعظم ایشیا، افریقہ اور یورپ تک یہ تحریک بارآور ہوئی، ہر جگہ پھولی پھلی، شاہی محلات میں بسیرا کیا، وزیروں کے ایوانوں میں رہی، امیروں کے محلوں میں پروان چڑھی، فقیروں کے جھونپڑیوں میں پلی بڑھی، عالم، ادیب، فقیہ، مفسر، شاعر، مفکر، حکیم، صوفی، لغوی، نجومی، مورخ، مہندس، خطاط، وراق، فنکار، صنعت کار، تاجر، مسلمان، عیسائی، یہودی، دیندار، دنیادار، دہریہ، زندیق، پڑھے لکھے، حتی کہ بعض بے پڑھے لکھے کے ٹھکانے میں اپنا ٹھکانا بنایا، نظریاتی طور پر مخالف اور برسرپیکار گروہوں کو اپنا گرویدہ بنائے رکھا، ہر ایک کے دل و دماغ کو اس تحریک نے شعوری و غیر شعوری طور پر متاثر کیا، عہد عباسی میں ہر شہر، قریہ، بستی، محلہ، گلی، کوچہ، معبد، مسجد، تکیہ، سرائے، محل سرا، مہمان خانہ، خانقاہ، سیرگاہ، گلستان، قبرستان، دریا کے کنارے، مدرسے، ادارے، بازار، کان، ہر چھوٹی بڑی مرکزی جگہ میں اس نے اپنا علمی مظاہرہ کیا، اور کتبخانہ قائم کر دکھایا، بادشاہ سے فقیر تک ہر ایک کے یہاں اس کا بول بالا رہا، اسی لئے مذکورہ بالا ہمہ اقسام کے کتب خانوں کا تذکرہ ہم نے اپنے تحقیقی مقالہ اسلامی ہوا نہ عہد عباسی میں کیا،